”غامدی صاحب اور قرآن کے مقابلے میں ان کی آیات۔ حقیقت حال“

پروفیسر ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی

ماہنامہ ساحل کے شمارہ مئی ۲۰۰۷ء میں ایک مضمون شایع ہوا ہے جس کا عنوان ہے: ”۱۹۷۵ء میں غامدی صاحب نے قرآن کا چیلنج قبول فرمالیا تھا“۔

ادارۂ ساحل کے اس مضمون میں اس مجلس میں بعض موجود اشخاص کے حوالے سے یہ بات کہی گئی ہے کہ سیالکوٹ میں اپنے احباب کی ایک نجی محفل میں غامدی صاحب نے قرآن کے اس چیلنج کے جواب میں کہ قرآن اور اس کی دس سورتیں تو کیا ”اے کفار مکہ تم قرآن جیسی ایک سورت ہی بنا کر لے آؤ، اور سچے ہو تو اللہ کے سوا تم جس کو چاہے (اپنی مدد کے لیے) بلالو“ (یونس: ۳۸) اپنی تحریر کردہ چالیس آیتیں اس مجلس میں سنائیں۔

اس بارے میں کسی شک کی اس لیے گنجائش نہیں کہ اس مضمون میں صاحب مضمون خود اس محفل میں شریک تھے اور انھوں نے دوسرے شرکائے محفل ڈاکٹر سہیل طفیل، ڈاکٹر مستنصر میر، ڈاکٹر منصور الحمید، اسد صدیقی کے نام بھی دیے ہیں، اور اس گھر کا پتہ بھی لکھا ہے جس میں یہ محفل منعقد ہوئی تھی۔ (ساحل، مئی صفحہ ۲۵)۔ مضمون نگار نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ اس محفل کے بعد یہ آیتیں کتابی شکل میں اشاعت کے لیے منڈی مرید کے ایک کاتب سے کتابت بھی کرالی گئی تھیں، لیکن کتابت بہت ناقص تھی اس لیے مسودہ روک دیا گیا“ بعد میں ڈاکٹر مستنصر میر کی زجر و توبیخ پر غامدی صاحب نے توبہ کرلی اور یہ مسودہ ضائع کردیا گیا۔

اس واقعہ کے ذکر کے بعد مضمون نگار کا کہنا ہے کہ ”راقم کے پاس اس مسودے کا ایک ٹکڑا محفوظ رہ گیا تھا اس ٹکڑے سے چند ”آیات“ کی نقل من وعن حاضر ہے، ترجمہ غامدی صاحب کے قلم سے ہے“۔

اقسم بخالق الخیل، والریح الھابة بلیل بین الشرط و مطالع سھیل، ان الکافر لطویل الویل، و ان العمر لمکفوف الذیل، اتقِ مدارج السیل، و طالع التوبة من قبیل، تنج وما اخالک بناجٍ

ترجمہ: ''میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو گھوڑوں کا خالق ہے اور جورات کو ستارۂ شرط اور سہیل کے طلوع کے مابین ہوا چلاتا ہے کہ کافر بڑے عذاب میں مبتلا ہے اور [یہ] کہ عمر کا دامن بندھا ہوا ہے۔ تو سیلاب کے [صحیح ''کی'' ہے] گزرگاہ سے بچ اور پہلے ہی سے توبہ کرلے کہ تو نجات پا جائے مگر مجھے توقع نہیں کہ تو ایسا کرے''۔

غامدی صاحب کی جعلی آیات کا غلط سلط اردو ترجمہ: غامدی کے قلم سے

غامدی صاحب اپنی آیات کا درست ترجمہ کرنے سے قاصر کیوں؟

ان ملحدانہ جعلی ''آیات'' کے بارے میں کچھ کہنے سے قبل اس ترجمہ کی بعض اغلاط کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں، میرے گزشتہ مضمون [ساحل، اپریل ۲۰۰۷ء] سے یہ بات تو واضح ہو چکی ہے کہ غامدی صاحب کو عربی لکھنا نہیں آتی، اب چند جملوں [جن کو موصوف نے آیات کا نام دیا ہے] کے ترجمے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ عربی زبان ٹھیک طرح سمجھ بھی نہیں سکتے، کیونکہ انھوں نے ''الريح الهابة بليل'' کا ترجمہ کیا ہے: ''اور جورات کا ستارہ شرط...... کے طلوع کے مابین ہوا چلاتا ہے''۔ اس میں دو اغلاط ہیں ایک تو ''مطالع'' کا ترجمہ طلوع کیا ہے، جو سراسر غلط ہے کیونکہ ''مطالع''، مطلع کی جمع ہے، یعنی سہیل کے طلوع ہونے کے مقامات۔ طلوع تو ''طلع'' کا مصدر ہے یعنی طلوع ہونا۔ دوسری غلطی ہے: ''ہوا چلاتا ہے''۔ یہ ترجمہ بھی سراسر غلط ہے، کیونکہ ''الريح الهابة'' کے معنی ہیں: ''چلنے والی ہوا''۔ ''الهابة'' فعل هب، يهب، هبا و هبوبا سے اسم فاعل مونث ہے، اور یہ فعل لازم ہے، یعنی اس کے معنی ہیں چلنا (اور یہ خاص طور پر ہوا چلنے اور نیند سے اٹھنے وغیرہ کے لیے آتا ہے)، ''ہوا چلانے'' کا معنی ''اهب'' میں ہے، جو اس فعل هبَّ سے فعل متعدی ہے۔ اس طرح جملے 'والريح الهابة بليل بين الشرط و مطالع سهيل'' کا صحیح ترجمہ ہوگا: اور اس کی قسم جس کے حکم سے رات کو ستارہ شرط اور مطالع سہیل کے مابین ہوا چلتی ہے۔ تیسری غلطی جو عبارت کے مفہوم کو بالکل بگاڑنے والی ہے۔ وہ آخری جملے ''وما اخالک بناج'' کا یہ ترجمہ ہے: مگر مجھے توقع نہیں کہ تو ایسا کرے صحیح ترجمہ ہے: میں خیال نہیں کرتا یا مجھے نظر نہیں آتا کہ تجھے نجات مل سکے گی۔ موصوف نے بناج کا ترجمہ تو ایسا کرے کیا ہے اور اس طرح اس لفظ کا تعلق توبہ سے جوڑ دیا ہے۔ حال آں کہ آخر کے ان دو جملوں کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ: پہلے ہی سے توبہ کرلے کہ تو نجات پا جائے، لیکن میرا خیال نہیں کہ [پھر بھی] تو نجات پا سکے گا۔ ناج وہی لفظ ہے جو اردو میں بھی اپنی اصل صورت ناجی میں استعمال ہوتا ہے لیکن یہاں ایک نحوی علت کے سبب سے ناج ہو گیا ہے۔

غامدی صاحب کی آیات اصلاً معری کی آیات کا لفظ بہ لفظ سرقہ ہیں:

طرفہ تماشہ یہ ہے کہ غامدی صاحب اپنی ہی عربی عبارت کا صحیح ترجمہ نہیں کر سکے، لیکن ابھی آگے چل کر ہم یہ راز کھولیں گے کہ یہ نام نہاد شیطانی آیات ان کی نہیں کسی اور کی تصنیف کردہ ہیں، انھوں نے اپنی عربی دانی

کے اظہار اور قرآن کی عربی کا مقابلہ کرنے کی قابلیت کے اظہار کے لئے ان کو اپنے نام سے منسوب کیا ہے۔

درحقیقت یہ نام نہاد یا شیطانی آیات چوتھی پانچویں صدی ہجری کے مشہور نابینا شاعر ابوالعلاء المعری کی تصنیف کردہ ہیں، جو یاقوت [وفات ۶۲۶ھ] کی معجم الادباء جلد ا، ص ۱۷۷ پر موجود ہیں۔ عربی ثقافت سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ یاقوت کتنے بلند مرتبہ کا ادیب و مورخ تھا، اس نے اپنی اس ضخیم کتاب [۷ جلدیں] میں معری کے حالات زندگی ۵۴ صفحات میں لکھے ہیں اور کثرت سے اس کے اشعار دیئے ہیں۔

معری کی آیات کا حوالہ معجم الادباء میں الصرفۃ کے حوالے سے:

اس موقعہ پر اہم بات یہ ہے کہ ابوالعلاء کے ایک شاگرد اور مشہور ادیب ابن سنان الخفاجی [وفات ۴۶۶ھ] کی ایک کتاب ''الصرفۃ'' سے یاقوت [معجم الادباء: ۱/۱۷۷] نے یہ بات نقل کی ہے کہ بہت سے لوگوں نے قرآن کے معارضے [مقابلے] میں قرآن کے اسلوب پر لکھا ہے کچھ لوگوں نے اس کو ظاہر کیا ہے اور کچھ لوگوں نے چھپایا ہے اور جن لوگوں نے ظاہر کیا ہے ان میں سے ابوالعلاء المعری ہے۔ اس کے بعض کلام میں یہ قول ہے:

اقسم بخالق الخیل، والریح الهابة بلیل بین الشرط و مطالع سهیل، ان الکافر لطویل الویل، و ان العمر لمکفوف الذیل، اتقِ مدارج السیل، و طالع التوبة من قبیل، تنج وما اخالک بناجٍ

یاقوت کی اس عبارت سے جو ابن سنان الخفاجی سے نقل ہے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ درحقیقت یہ عبارت جس میں معرّی کے معارضۂ قرآن کے جملے بھی شامل ہیں اسی معرّی کے شاگرد کے قلم سے ہیں، لیکن بہت سے لوگوں نے ان جملوں کے بارے میں یہ سمجھا ہے کہ یاقوت نے یہ معرّی کی کتاب **الفصول والغایات فی محاذاة السور ولآیات** سے نقل کیا ہے جو اس نے قرآن کے مقابلے میں لکھی تھی۔

معری کے حرف بہ حرف سرقے کو اپنی طبع زاد آیات کہنا غامدی صاحب کا کمال ہے:

بہر حال ہمارا موضوع اس وقت معرّی اور اس کی یہ کتاب نہیں ہے، بلکہ غامدی صاحب اور ان کا یہ کارنامہ ہمارا موضوع ہے کہ انھوں نے قرآن کے مقابلے میں کچھ عربی عبارات لکھی تھیں، ان عبارات یا نعوذ باللہ آیات کے بارے میں تو معلوم ہو گیا کہ انھوں نے یہ معری سے حرف بحرف سرقہ کیا تھا، اور جس محفل میں وہ یہ جعلی آیات سنا رہے تھے اس میں کوئی بھی عربی زبان و ثقافت کا علم رکھنے والا شخص نہ تھا۔ ان کے زیادہ تر معتقدین اور شاگرد ایسے انگریزی خواں ہیں جو عربی زبان سے نابلد ہیں۔ جبھی ان کا کاروبار لاہور کے المورد اور کراچی کے دانش سرا میں چل رہا ہے۔ اور بعض ٹی وی چینلز میں ان کی پذیرائی ہوتی ہے۔ حیرت لاہور اور کراچی کے ان بعض تاجروں پر ہے جو بڑے پیمانے پر ان کی مالی امداد کرتے ہیں، دراصل ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ کبھی موصوف قرآن کے مقابلے میں ۴۰ آیات [جعلی] بھی لکھ چکے ہیں، یہی کام تو مسیلمہ کذاب نے کیا تھا، اس کی تصنیف کردہ

مقابلۂ قرآن کی چند آیات عربی ادب و تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

غامدی صاحب کی طبع زاد آیات ''الصبح المنبی'' میں بھی درج ہیں:

دلچسپ بات یہ ہے کہ معرّی کی سرقہ کردہ جو آیات غامدی صاحب نے سیالکوٹ میں اپنے دوستوں کی محفل میں ۱۹۷۵ء میں پیش کی تھیں اور جو ہم نے ساحل سے اوپر نقل کی ہیں اور یاقوت کے حوالے سے بتایا ہے کہ یہ معری کی ہیں، یہی آیات اس کتاب میں بھی ہیں جس کا ذکر غامدی صاحب نے اس موقعہ پر اپنے سامعین کے سامنے کیا تھا۔ یعنی الصبح المنبی، غامدی صاحب نے اس کتاب کے مصنف کا نام نہیں لکھا ہے، ہم بتاتے ہیں اس کا نام یوسف البدیعی [وفات ۱۰۷۳ھ] ہے یہ دمشق کا رہنے والا تھا پھر حلب چلا گیا تھا، جہاں اس کی شہرت کو چار چاند لگے۔ غامدی صاحب نے اس کا ذکر معری کے ضمن میں کیا ہے کہ معری کی فصول و غایات کے بارے میں کسی نے کہا کہ تم نے کتاب تو خوب لکھی ہے مگر اس پر قرآن کی سی رونق کہاں، تو اس نے جواباً کہا تھا کہ اس کو بھی محرابوں میں چار سو سال تک رٹو تو وہ جلا پا جائے گی۔ جب ان سے حوالہ پوچھا گیا تو انھوں نے فرمایا الصبح المنبی ۱/۳۲ و ذھبی وغیرہ دیکھ لو'۔ درحقیقت معری کا یہ قول بدیعی سے کئی صدی پہلے امام ذہبی وغیرہ قدیم مورخین نے نقل کیا ہے۔

اس کتاب میں معرّی کے اس ملحدانہ قول کے بعد لکھا ہے: ومما ظہر من قرآن ابی العلاء: ''اقسم بخالق الخیل...... وما اخالک بناج ''۔ ان کے سامعین میں کوئی عربی جاننے والا تو تھا نہیں اس لیے غامدی صاحب نے معری کا اپنے دفاع میں قول یوسف بدیعی کی کتاب الصبح المنبی سے نقل کیا حاضرین میں سے کوئی اس کتاب کو دیکھنے والا نہیں تھا کہ اس کو پتہ چل سکے کہ وہ جن آیات کو اپنے نام سے معری کے معارضے کے مقابلے میں پیش کر رہے ہیں اس کتاب میں ان کو معری کی وضع کردہ آیات کہا گیا ہے اور متاخرین میں سے اس مصنف نے تو الفصول والغایات کو ابوالعلاء [المعری] کا قرآن کہا ہے۔

اس کتاب کا پورا نام ہے الصبح المنبی عن حیثیة المتنبی ہے اور یہ عکبری کے قلم سے متنبّی کے دیوان کی شرح کے حاشیے میں چھپی ہے، مصر ۱۳۰۸ھ

غامدی صاحب کی دروغ گوئی کہ الفصول والغایات کا واحد مخطوطہ ان کی ملکیت ہے:

غامدی صاحب کا یہ فرمانا کہ ابوالعلاء کی کتاب الفصول والغایات کا واحد مخطوطہ دنیا میں صرف انہی کے پاس تھا صراحةً غلط بیانی اور دروغ بافی ہے الفصول والغایات کافی عرصہ قبل طبع ہو چکی ہے اور جن مقابلۂ قرآن کی آیات کو موصوف نے اپنی تصنیف کردہ آیات کہا ہے وہ مطبوعہ الفصول والغایات کے صفحہ ۲۵۴ پر موجود ہیں۔

سب سے پہلے اس کتاب کے مخطوطہ [قلمی نسخے] کا ذکر ابن الجوزی نے کیا ہے، وہ اپنی مشہور تاریخ المنتظم میں ۴۴۹ھ کے حوادث کے ضمن میں کتاب کی آٹھویں جلد میں کہتا ہے: وقد رأیت لمعری کتابا

سمّاه الفصول والغايات، يعارض به السور و الآيات وهو كلام فى نهاية الركاكة والبرودة فسبحان من اعمى بصره وبصير ته[میں نے معری کی ایک کتاب دیکھی جس کا نام اس نے الفصول والغایات رکھا ہے، اس میں اس نے [قرآن کی] سورتوں اور آیتوں کا مقابلہ کیا ہے اس کی زبان نہایت رکیک اور بے جان ہے۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اس کو بصارت وبصیرت دونوں میں اندھا کر دیا] ابن الجوزی نے یہ عبارت لکھنے کے بعد معری کی تصنیف کردہ کچھ دوسری آیات نقل کی ہیں جن کے آخر میں حرف الف آتا ہے۔ جن سے ہم یہاں صرف نظر کرتے ہیں کہ ہمارا موضوع معری نہیں۔

غامدی صاحب کا معری سے کیا موازانہ کیا مقابلہ:

مضمون نگار کے مطابق غامدی صاحب نے سیالکوٹ کی اس محفل خاص میں ابوالعلاء المعری کے معارضۂ قرآن کا تعارف کراتے ہوئے کہا تھا کہ ان کا اپنا معارضہ معری کے مقابلے میں نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے سبحان اللہ پانچویں صدی ہجری کا یہ انتہائی مشہور عرب شاعر و نثر نگار، سقط الزند، لزوم مالا یلزم، الغفران وغیرہ بیسیوں کتابوں کا مصنف جن کی تعداد یاقوت، صفدی مصنف **الوافی بالوفیات** اور آخر میں عبدالعزیز المیمنی صاحب [ابو العلاء مالہ وما علیہ] کے مطابق ستتر [۷۷] ہے جو ہزاروں صفحات بنتے ہیں، ایسے مصنف اور عظیم ماہر لغت وشاعر سے غامدی صاحب کی قرآن کے مقابلے میں تک بندی اعلیٰ و ارفع! اگر یہ سچ ہے اور واقعی غامدی صاحب نے اس محفل میں یہ کہا تھا تو ان پر اس شاعر کا قول صادق آتا ہے جس نے کہا تھا

بک رہا ہوں جنوں میں کیا کیا   کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

ناصر خسرو نے معری کی آیات کا ذکر نہیں کیا:

کتاب الفصول والغایات کے بارے میں جہاں تک معری کے معاصر باخرزی صاحب **دمية القصر** کی شہادت کا تعلق ہے تو یہ درست ہے، اور اس ہی نے سب سے پہلے اس کتاب کا پورا نام لکھا ہے: ''**الفصول والغايات فى محاذاة السور والآيات**'' لیکن اس بارے میں ایرانی سیاح ناصر خسرو کا نام لینا غلط ہے کیونکہ وہ اپنے سفر مصر کو جاتے ہوئے صرف دو دن معری کے شہر معرۃ النعمان میں رہا تھا جس کا اس نے ذکر کیا ہے اور ۴۳۸ھ کی بات ہے لیکن اس کی ملاقات معرّی سے نہیں ہوئی تھی اور اس نے ابوالعلاء المعری کی کسی کتاب کا ذکر بھی نہیں کیا ہے اسی لئے مصر کی عظیم نیشنل لائبریری [دار الکتب المصریہ، القاہرۃ] کی طرف سے بیسویں صدی کے مشہور ترین ادیب طٰہٰ حسین کی نگرانی میں مصر کے پانچ مشہور اساتذہ ادب اور محققین کی طرف سے جو کتاب ۱۹۴۴ء میں ''**تعريف القدماء بابى العلاء**'' کے نام سے چھپی تھی اور جس کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۸۶ء ہمارے سامنے ہے۔ اس میں ناصر خسرو کی تحریر صرف شہر معرۃ النعمان کے ذکر کے ضمن میں پیش کی گئی ہے جو اس

کے مطبوعہ فارسی سفر نامے سے منقول ہے اس میں اس بات کا کہیں ذکر نہیں کہ ناصر خسرو نے کہیں الفصول والغایات کا نام لیا ہے۔

تاریخ بغداد میں معری کی آیات کا حوالہ:

ہاں باخرزی کے معاصر خطیب بغدادی [وفات ۴۶۳] نے جو معری کے معاصر بھی ہیں اپنی ضخیم کتاب تاریخ بغداد میں معری کے سوانح حیات مختصر لکھتے ہوئے الفصول والغایات کا نام لئے بغیر یہ جملہ لکھا ہے: وصنف کتباً فی اللغہ وعارض سوراً من القرآن، اوراس نے لغت میں بہت سی کتابیں لکھیں۔اور قرآن کی کچھ سورتوں کے جواب میں سورتیں لکھیں۔[تاریخ بغداد، الجزء الرابع ،صفحہ ۲۴۱]

الفصول والغایات معری کی کتاب ہے:

جن صاحب [ایک واقف راز خاکسار] نے یہ مضمون لکھا ہے اور جو خود اس محفل میں شریک تھے جس میں غامدی صاحب نے اپنی نام نہاد جوابی آیات سنائی تھیں انھوں نے مضمون کے آخر میں معری سے الفصول والغایات کی نسبت کا انکار کیا ہے، اوراس انکار کے لئے کوئی دلیل پیش نہیں کی ہے۔ یہ محض ایک دعویٰ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، معری کے معاصرین ابن سنان خفاجی، باخرزی اور پھر چھٹی صدی ہجری کے معتبر مصنفین، ابن الجوزی، یاقوت، سبط ابن الجوزی اور آخر میں گیارھویں صدی ہجری کے بدیعی دمشقی نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے اوراس کے اقتباسات دئے ہیں تو کسی طرح معری سے اس کی نسبت کا انکار نہیں کیا جاسکتا مولانا عبدالعزیز میمنی نے بھی اس کا انکار نہیں کیا ہے ان کی کتاب ''المعریٰ وما الیہ'' میں معری کی کتابوں کی جو فہرست ہے اس میں اس کا نمبر [۵۷] ہے۔ پھر یہ کہ یہ کتاب بہت پہلے چھپ چکی ہے، اوراب بیروت کے دارالآ فاق الجدیدۃ سے اس کا ایک نیا ایڈیشن چھپا ہے۔ اس لیے اس کا انکار عبث ہے۔ سبط ابن الجوزی [وفات ۶۵۴ ھ] نے اپنی کتاب مرآۃ الزمان میں اس کتاب کے اور بہت سے نمونے بھی پیش کیے ہیں، جو حوادث سنہ ۴۴۹ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

غامدی صاحب کی پانچ شیطانی آیات میں اغلاط:

یاقوت نے معری کی زیر بحث کتاب سے جو دو نمونے پیش کئے ہیں اس میں دوسرے نمونے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورۂ والشمس وضحاھا کے جواب میں ہے اور وہ یہ ہے: ''اذلت العائذة اباھا وأصاب الوحدة ورباھا والله بكر مه اجتباھا اولا ھا الشرف بما حباھا ارسل الشمال و صباھا ولا يخاف عقباھا ''یہ تو ہم ابتداء میں بتا چکے ہیں کہ ان شیطانی آیات کا پہلا مجموعہ جس کو غامدی صاحب نے اپنی تصنیف کہا ہے وہ دراصل معری کا تصنیف کردہ اور الفصول الغایات سے چرایا گیا ہے۔ لیکن ان شیطانی آیات کا دوسرا مجموعہ جو ''ان معایبی لکثیر ...... سے علی الرباب'' تک پانچ شیطانی آیات پر مشتمل

ہے اس کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے سامنے الفصول والغایات کا کوئی نسخہ نہیں، البتہ عربی اور ترجمہ میں طباعت کی اغلاط ہیں جن کی تصحیح یوں ہے: ''لقد من علی ذاکرۃ'' میں صحیح ''ذاکرہ'' ہے۔ ترجمہ ''الأضبط'' کے بجائے الاصبط چھپا ہے جو غلط ہے۔ پھر یہ کہ اصل میں صرف ''الأضبط'' نام ہے۔ ترجمے میں الاضبط بن قریع السعدی اضافہ ہے، یہ عہد جاہلی [ماقبل اسلام] کا ایک شاعر تھا۔

غامدی صاحب اور عہد عباسی کا دیوان الزنادقہ:

آخر میں عرض ہے کہ اگر واقعی غامدی صاحب نے کچھ شیطانی آیات قرآن کے مقابلے میں لکھی تھیں تو یہ صریحی الحاد ہے۔ اولیں عہد عباسی میں جب بغداد میں مجوسی [پارسی]، مانوی اور فلسفیانہ اثرات سے الحاد و زندقہ نے زور پکڑا تو خلیفہ المہدی نے حکومت کا ایک محکمہ ''دیوان الزنادقہ'' کے نام سے قایم کیا تھا اس کے عہدیدار ایسے لوگوں سے جو اسلام اور قرآن کے عقائد، احکام اور اخلاقی اقدار پر طعنہ زنی کرتے تھے، ان سے علمی مذاکرات کئے جاتے تھے اور ان کے شکوک وشبہات دور کرنے کی کوشش کی جاتی تھی، ورنہ ان کو جیل کی سزا دی جاتی تھی یا پھر ضدی اور خطرناک شخص کو سزائے موت بھی دی جاتی تھی جیسے مشہور فاسق وفاجر اور ملحد شاعر بشار بن برد کے ساتھ ہوا۔

معری کے زمانے میں عباسی خلافت کمزور پڑ چکی تھی بلکہ پورا شام مصر کے اسماعیلی حکمرانوں کے تحت تھا، اس لئے اس کو ایسی کوئی سزا نہیں دی جاسکی۔

غامدی صاحب کی طبع زاد آیات قرآنی کی ایک اور شہادت:

سب سے آخر میں ایک اور اہم بات کہنا چاہتا ہوں کہ جب اپریل میں میرا مضمون غامدی صاحب کی عربی دانی سے متعلق شایع ہوا تھا تو میرے پاس فوراً سیالکوٹ سے ایک صاحب کا ٹیلیفون آیا تھا جنہوں نے میرے مضمون کے بارے میں اپنی انتہائی پسندیدگی کا اظہار کیا تھا، اور ساتھ ہی بتایا تھا کہ وہ غامدی صاحب کو ۱۹۷۳ء سے جانتے ہیں، مزید کہا کہ اور یہ کہ انھوں نے موصوف کو سیالکوٹ بلایا تھا اور انھوں نے دوستوں کی ایک محفل میں قرآن کے مقابے میں اپنی تصنیف کردہ آیات سنائی تھیں۔ پھر بعد میں وہ موصوف سے لاتعلق ہوگئے تھے۔ تو اس کے پیش نظر اس بات کا انکار ممکن نہیں کہ غامدی صاحب نے کبھی قرآن کے مقابلے میں کبھی اپنی ''آیات'' تصنیف کرنے کا دعوی کیا تھا یہ الگ بات ہے کہ انھوں نے کچھ معری سے چوری کی تھیں، ہوسکتا ہے کہ مضمون لکھنے والے واقف راز خاکسار وہی ہوں مجھے ان کا نام معلوم ہے، لیکن چونکہ انھوں نے ظاہر نہیں کیا ہے اس لیے میں بھی ظاہر نہیں کرتا اور اگر یہ واقف راز کوئی دوسرے صاحب ہیں پھر تو غامدی کی اس ناپاک جسارت پر دو شہادتیں جمع ہوگئیں۔